

المهاد الكافي في حكم الضعاف

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مجلد اول

تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

الہاد الکاف فی حکم الضعاف

ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت

ابن باتوں کا ثبوت حدیث کے
پایا جائے وہ مسب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو
اس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت مسند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کلام نہیں دیتیں۔
(عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اہول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین و رکاز، علامہ
نفاذاتی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں :

مقدّموا احد علی تقدیر اشتغالہ علی جمیع
المشرايط المذكورة فی اصول الفقه لا یفید
الا لظن ولا عیة بالظن فی باب الاعتقاد والاعتقاد
حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو
ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات
کا کچھ اعتبار نہیں۔

مولانا علی قاری منہج الروض الازہر میں فرماتے ہیں، الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد (احادیث
احاد و بارہ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(دربارہ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث
کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہئے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔
(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے
مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مرآ
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں
یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے
ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی تہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و
شرح ابن حجر کی ولعقات و لالی امام سیوطی و قول مسند امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں
گزریں، عبارت ولعقات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالآخر اُس میں
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوٹی کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء
والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی کی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب

علمہ ای دلا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

علمہ الاجماع المذكور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۳ منہ

علمہ مسئلہ امیر مغیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ و رسالہ الاحادیث
الراویۃ لمذہب الامیر معاویۃ و رسالہ عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الہواء الواہیۃ فی
باب الامیر معاویۃ و غیرہ میں ہے و فقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتوصیفہا و تبیینہا و نفعہا و لبساتہا تصانیفی امتۃ
الاسلام بفہمہا و تفہیمہا امین یا عظم القدرۃ و اسم الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد و آلہ
وصحبہ و سلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

علمہ فی فصل الحادی و الثلثین ۱۲ منہ

لہ منہج الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار و الصغائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۵

میں فرماتے ہیں،

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل اصحاب
فضائل اعمال وتفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
متقبلة محتملة علی کل حال متطایعہا و مراسیلہا
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و مانوڈ ہیں مقطوع
لا تعارض ولا تردد، کذلک کان السلف
یفعلون۔
رہیں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حرز ثمین شرح حصین
میں فرماتے ہیں،

قد اتفق الحفاظ و لفظ الامر بعین قد اتفق العلماء
یعنی بیشک حفاظ و محدثین و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ
علی جوانہ العمل بالحديث الضعیف فی فضائل
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔
الاعمال و لفظ الحرر الجواز العمل به فی فضائل
(مخصوصاً)
الاعمال بالاتفاق۔

فتح البین بشرح الاربعین میں ہے،

لا ند ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی
یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک
حقہ من العمل به، والا لمر یترب علی العمل
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس
به مفسدة تحلیل ولا تحريم ولا ضیاع حق
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر
للغير وفي حدیث ضعیف من بلغه عنی ثواب عمل
عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو
فعله حصل له اجرہ وان لم اکن قلته او کما
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

علہ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ انا امر جوان یتكون جیسع ما فیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۷۸/۱	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	لہ قوت القلوب فی معاملة المحبوب
ص ۴	مصطفیٰ البابی مصر	خطبۃ الکتاب	علہ شرح اربعین للنووی
ص ۲۲	نو لکشتور لکھنؤ	شرح خطبۃ کتاب	علہ حرز ثمین شرح مع حصین

قال وأشار المصنف رحمه الله تعالى بحكاية
الاجماع على ما ذكره الى الرود على من شاع
فيه الخ
کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے ، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع
علمائے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ
مقاصد الحسنہ میں ہے ،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال
بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل
فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو ۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں ،
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل
الاعمال
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا
بس آنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو ۔

مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح الالفية للمصنف و تقریب النواوی اور اس کی شرح
تذریب الراوی میں ہے ،

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم
التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوي
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان
ضعفه في فضائل الاعمال وغيرهما مما لا تعلق له
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن حنبل
وابن مهدي وابن المبارك قالوا اذا روينا
محدثين وغيرهم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور
بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں ، امام احمد بن حنبل
و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک
وغیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہو فرماتے جب

عنه ذكره في مسألة تقديمه الاوسع ۱۲ من (م) صاحب ورع وتقوى کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ من (ت)

۱۔ فتح المبين شرح الاربعين
۲۔ المقاصد الحسنہ زیر حدیث من بلغه عن الله الخ
۳۔ فتح القدير باب الامامة
مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت
نوریہ رضویہ سکر
ص ۲۰۵
۳۰۳/۱

فی الحلال والحرام شد دنا و اذا سر وینا فی الفضائل
و نحوها تساهلتا اھ ملخصا۔
ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور
جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیر واحد
(یعنی امام ابن مہدی وغیر ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابن مہیین
و امام ابن المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو ذریا عنہری و حاکم و ابن عبد البر کے اسماء و اقوال
نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ
مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔
تذریل کبرائے و بابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی غلام علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،
ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول
بہا است الخ
فصائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں
میں باتفاق علما ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او امین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا: اس حدیث کو
اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ
اسی میں حدیث فضیلت شب براء کی ضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے
لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ المفہم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت
استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو ذریا یافعا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ کتاب الاذکار المنقوب من کلام سیدہ بار
علا نقل هذه العبارات الثلاثة مع حق اعصارنا
و نرینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا
المولوی عبد القادر البیدیونی ادام اللہ تعالیٰ فیضہ
فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد
والقیام ۱۲ منہ (د) کی ہیں ۱۲ منہ (ت)

علا اول الكتاب ثالث فصول المقدمة ۱۲ منہ (د) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱

لہ رسالہ دعائیہ مولوی غلام علی
لہ مظاہر حق باب السنن و فضائلها مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۷۶۶/۱

لہ مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قبیم شہر رمضان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۸۴۳/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرہم
يجوز ويستحب العمل في الفضائل والتغيب
والتزهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن
موضوعاً۔
محدثین و فقہاء وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک
بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں
حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع
نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوجیہ پھر عارف باللہ سیّدی عبد الغنی
ناہلسی نے حدیث نذیرہ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائی، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،
الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم حلّی غنیۃ المستملی فی شرح نذیرہ المصلیٰ میں فرماتے ہیں :

يستحب ان يمسح بدنه بمندیل بعد الغسل۔
لما روت عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان
للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرقه
يتنشف بها بعد الوضوء، رواه الترمذی
وهو ضعيف ولكن يجوز العمل بالضعيف في
الفضائل۔
(شہاکر رومال سے بدن پونچھنا مستحب جیسا کہ ترمذی نے
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد
رومال طے اعضا و مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے
روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں
ضعیف پر عمل روا۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیرہ میں حدیث مسیح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں :

الضعيف يعمل به في الفضائل الاعمال اتفاقاً فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عَلَيْهِ اواخر الفصل الثاني من باب الاول ۱۲ من (م)
عَلَيْهِ قبيل فصل في حمل الجنابة ۱۲ من (م)
عَلَيْهِ في سنن الغسل ۱۲ من رضي الله تعالى من (م)
باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ من (م)
فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ من (م)
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ من (م)

لہ کتاب الزکاء المنتخب من کلام سیدالابرار صلی علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۷
عَلَيْهِ فتح القدیر فصل فی الصلاة علی المیت مطبوعہ قوریہ رضویہ سکھر
عَلَيْهِ غنیۃ المستملی شرح منبذ المصلی سنن الغسل سہیل اکیدمی لاہور ص ۵۲

ولذ اقال امتنان مسح الرقية مستحب او
سنة۔
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں
گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلیل جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الشریا باظہار ما کان خفیاً میں فرماتے ہیں :

استحبه ابن الصلاح وتبعه النودی نظر الی
ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل
الاعمال۔
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم میں فرماتے ہیں :

الذی یصلح للتعلیل علیہ ان یقال اذا وجد
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل
الحرمة والکراهیة یجوز العمل به ولستحب
لانه ما هو من الخطر و مرجو النفع۔
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف
ہی تھی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

علہ نقلہ بعض العصریین وهو فیما نری ثقتہ فی التثقل ۱۶ من (م)

علہ نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیبا جۃ
حیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داؤد حدیث من شل عن علم فکتبہ الحدیث و
للمحقق ہہنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً و ناسخاً بہا هو منافع فیہ والوجہ مع المحقق فی
عامۃ ما ذکرہ والاولا خشیۃ الاطلالۃ لا یتنبأ بکلاهما مع مالہ وعلیہ ولكن سنشیر ان شاء اللہ تعالیٰ
الی احرف لیسیر یظہر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ص ۶۳

۱۹۱/۲

۳۳/۱

مطبوعہ مجتہبی دہلی

دار الفکر بیروت

مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۱۰ موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبۃ

۱۰ الحاوی للفتاویٰ خفیاً

۱۰ نسیم الریاض شرح شفاء و بیا جہ

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح مانے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استجاب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و مثبت استجاب قرار دیا اور امام محمد محمد بن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استجاب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) صلیہ شرح نیلہ میں فرماتے ہیں،

الجمهور على العمل بالحديث الضعيف الذي ليس بموضوع في فضائل الأعمال فهو في إبقاء الأباحة التي لم يتم دليل على انتفاؤها كما فيما نحن فيه أجدره

جمهور علماء کا مسک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہو جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں،

الحديث اذا لم ينافه كتاب او سنة وان لم يشهد له ان لم يخرج تاويله عن اجماع الامة، فانه يوجب القبول والعمل لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كيف وقد قيل

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ ملے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور مقرر علم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

عنه سنن الفضل مسئلة المندیل ۱۲ منہ (م)
عنه في الفصل الحادی والثلاثين ۱۲ منہ (م)

سنن خلیل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ علیہ المحلی شرح نیت المصلی

لہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المیمنية مصر ۱۴۷/۱

اور میں کتاب و سنت و اجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قوله قدس سرہ یوجب " **اقول** امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا ان (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سید عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر بہتر جانتا ہے۔ (ت)

عَلَيْهِ آخِرُ بَابِ الْعِيدِينَ ۱۲ مِنْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)
عَلَيْهِ فِي فِصْلٍ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ فَيَجِبُ عِنْدَكُمْ عَلَى الْمُقْلَدِ الْإِذَا قَالَ قَائِلٌ كَيْفَ الْوُصُولُ إِلَى الْإِطْلَاعِ عَلَى عَيْنِ الشَّرِيعَةِ الْمُطَهَّرَةِ الْوَافِي غَيْرُهُمَا ۱۳ مِنْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (م)

لے درمختار باب العیدین مطبوعہ محبتی دہلی ۱۱۴/۱
سے میزان الکبریٰ فصل ان قال قائل کیف الوصول إلہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۲/۱

فرماتے ہیں ،

ما جاءكم عني من خير قلته اولم اقله فاني اقول له
وما جاءكم عني من شرف فاني لا اقول الشر له

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں ،

ما قيل من قول حسن فانا قلته ۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے
فرمائی ہے ۔

عقیلی کی روایت یوں ہے ،

خذوا به حدثت به اولم احدث به ۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو
یا نہیں ۔

وفي الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضي الله
تعالى عنهم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے ۔ ت)
نقلی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

سأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
في التوم في الحجر فقلت باني انت واقم
يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من
سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث
سرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب
وان كانت الحديث باطلا فقال
اي ورب هذه البلدة انه لم يمت و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس
حدیث پر بامیہ ثواب عمل کرے اللہ عز وجل اسے
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو ۔ حضور اقدس

انا قلت لہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب
کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے سہ ماہی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
ابویعلیٰ اور بطرائی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلة فلم یصدق بہا لم یتلھا
جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ ملنے
اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو اسماء ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

اہل الحدیث بجماعتہم یتساہلون فی الفضائل
تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے
فیروونہا عن کل وانما یتشددون فی احادیث
ہیں انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں
الاحکام۔
احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی تجربہ پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے
نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث و نفاذ سند کے سمجھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع
کو پہنچے ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔
فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا و تحوہ
انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و نہ ہو یا اس کی مثل دوسرے الفاظ اس سے مراد
هذا و اوضح جدا فتثبت ولا تنزل۔ نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو،
اور وہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عز و جل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے،
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عز و جل سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ
انا عند ظن عبدي بئ (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری و مسلم
و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و العاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

لہ فوائد للنفی

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک
۳۴۴/۳ مطبوعہ دار القبلة لشفاعة الاسلام میرجہ سعودی عرب
۳۴۴/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۴۴/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۴۴/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً سے روایت کیا۔ ت) دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجه الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) مرواہ الامام احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح وتحوہ الطبرانی فی الاوسط والنفعی فی المحلیۃ عن واثلة رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور البوعین نے علیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عز وجلہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

افادۃ نوزدہم (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر عظیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث مقبول اور اس کا ضعف معتبر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو نعیم الدین شہر زوری میں ہے :

اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلک قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسنادہ علی الشرط المذكور۔
 محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے :

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح
 ۱۔ المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ
 ۲۔ مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ
 ۳۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح
 کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی
 مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴
 بیروت ۳۹۱/۲
 فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسنادہ علی الشرح المذکور لا اندکذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اہل ملخصاً۔
 اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے
 کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اہل ملخصاً۔

(صحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو بالعکس) محقق حیث اطلاق فتح میں
 فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحيح والضعيف انما
 هو باعتبار السند ظناً ما في الواقع فيجوز غلط
 الصحيح وصحة الضعيف۔
 اسی میں ہے،
 حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ
 سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور
 ضعیف صحیح ہو۔

ليس معنى الضعيف الباطل في نفس الامر بل
 ما له يثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث
 مع تجويز كونه صحيحاً في نفس الامر فيجوز
 ان يقتون قرينة تحقق ذلك، وان الراوي
 الضعيف اجاد في هذا المتن المعين فيحكم
 به۔
 ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ
 یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی
 اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ
 کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور
 راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے
 اُس وقت با وصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم
 کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے،

المحققون على ان الصحة والحسن والضعف
 انما هي من حيث الظاهر فقط مع احتمال
 محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب
 بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

عَلَيْهِ مَسْأَلَةُ النَّفْلِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ ۱۲ مِنْهُ (م)

عَلَيْهِ مَسْأَلَةُ السَّجُودِ عَلَى كَوْرِ الْعِمَامَةِ ۱۲ مِنْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (م)

لہ تدرب الراوی شرح تقریب النواوی النور الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۵۵، ۵۶، ۵۷
 فتح القدیر باب التوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
 باب صفة الصلاة " " " ۱/ ۲۶۶

کون الصحیح موضوعاً و عکسہ کذا افادہ اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ
الشیخ ابن حجر المکی۔ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام
اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ
باسرارہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و معتد بنا تے اور بصیغ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علمائے زبر و وفاتین
کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بنیوں کو نفع دینا درکنار اُلے باعث طعن و وقعیّت و جرح و ابانت
ہو جاتے، حالانکہ العظمت للہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توقیاً فی القول عن رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ
کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت
احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

کل حزب یعالد بہم فرحون، و س یلک
اعلم بالمہتدین۔ اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب
ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان مبارک میں حدیث،
اصحابی کالنجوم یا بہم اقتدیتم اہتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی
اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)
کی نسبت فرماتے ہیں،

هذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ہذا المیزان ۱۲ منہ (م)۔

۱۔ موضوعات کبیرہ لکھنؤ قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شی ۱/۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸
۲۔ القرآن ۵۳/۲۳ و ۳۲/۳۰
۳۔ القرآن ۷۸/۴ و ۱۵۲/۱۶ و ۱۱۷/۶
۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱/۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰/۱

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

فہو صحیح عند اہل الکشف۔

کشف الغم عن جمیع الاممیں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق ، کما یطہر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمة ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث والذی قبلہ روینا ہما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحۃ وان لم یشتہما المحدثون علی مقتضی اصطلاحہم۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہ ”صلی اللہ علی محمد“ اس نے ستر دروازہ رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عز و جل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں،

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل روایت کیا اس کی سند حضرت الہی عز و جل تک پہنچتی ہے یہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرة الحق جل وعلا فکذا لک یقال فیما

علہ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ فی کتابہ
علہ فصل فی بیان استحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ منہ

لہ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۰/۱
لہ کشف الغم عن جمیع الاممہ فصل فی الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۵/۱

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے متکبرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتاً عن میت و اخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت۔ تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم
نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ المبارک
الفاخر الیواقیت و الجواہر آخر المبحث السابع
والاسربعین۔ اسے سیدی امام شعرائی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب
الیواقیت و الجواہر کی سینٹالیسویں بحث کے آخر میں
ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملہ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح
فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مافی گئی تھیں،

کہا ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات
الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ و نقلہ فی
الیواقیت هنا۔ جیسا کہ انہوں نے فتوحات الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ
کے تیرہویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام
پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملہ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں جمال
جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان
عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء
قلیت شرف بمطالعته (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مر)

۱/۲۵	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استحالة خروج شیء من احوال المجتہدین الخ
۲/۹۱	" " " "	لہ الیواقیت و الجواہر باب الثالث والسابع والاربعین
۲/۸۸	" " " "	لہ " " " "
۱/۴۴	" " " "	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استحالة خروج شیء الخ

بنا بہت مقام بجا اللہ تعالیٰ نفع رسائی برادران دین کے لیے حوالہ قلم ہوا لوح دل پر نقش کر لینا چاہئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الفیاء فی الحی

کثیر و ارباب الوصول قلائد

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت) بات دو پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں جی ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اُس فعل کو بجا لاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تثبت ولا تکن من المتعصبین (اے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھل میں سونے کی موٹی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سکتی، طبع کر کے چنا کو زیر فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے اس کا استعمال بطاً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ پائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح یا تھو آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا، بعینہ یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اہل تربصون بنا الا احدی الحسنین (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح البین امام ابن حجر مکی و نمودج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوارِ تمثیل کے پر تو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرقم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانبِ فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانبِ ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا :

کیف وقد قیل: (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں !

رواہ الامام احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیحہ" والنسائی وابن حبان والمحاکم وصحاحہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورثِ شبہہ سے تو کم نہیں تو محلِ احتیاط میں اس کا قبول عینِ مراد شارعِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي

۱۹/۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلة فی المسألة ان زلت مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۰۰/۱ مسند احمد بن حنبل مسند ابیہیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دار الفکر بیروت

حول الحمى يوشك ان ترفع فيه الاوان لكل مملوك
حمى الاوان حمى الله محاسن رحمته
رواه الشيخان عن النعمان بن بشير رضى الله
تعالى عنهما۔
رہنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رہنے کے اندر
چرائے، مگر لوہا پر بادشاہ کا ایک رونا ہوتا ہے، مگر
اللہ عز وجل کا رونا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔
اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (د)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبين میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا :
رجوعهما الى شئ واحد وهو النهى التنزيه
عن الوقوع في الشبهات۔
یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ
کی بات میں پڑنا خلاف اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت
تنزیہ۔

اللہ عز وجل فرماتا ہے :
ان يك كاذبا فعليه كذبه وان يك صادقا
يصبكم بعد الذي يعدكم۔
اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے
اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت
جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا :
ان الاخبار الضعاف غير مخالفة الكتاب و
السنة لا يلزمنا رد هابل فيها ما يدل عليها۔
ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں ان کا
رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث ان کے قبول
پر دلالت فرماتے ہیں
لاحرم علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

عہ فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ من (د) اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (د)

صحیح البخاری باب فصل من استبرأ لدينه مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳
مسلم شریف باب اخذ الحلال وترك الشبهات " " " " ۲۸/۲
فتح المبين شرح الربيعين ۳ القرآن ۲۸/۴
قوت القلوب باب تفضيل الاخبار المطبوعہ دار صادر بيروت ۱۴۴/۱

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

اما الاحکام كاللحلل والحرام والبيع و
النکاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا
بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون في
احتياط في شيء من ذلك كما اذا ورد حديث
ضعيف بکراهة بعض البيع او النکحة فان
المستحب ان يتنزه عنه ولكن لا يجب له

یعنی محدثین و فقہاء وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال و حرام
بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث
صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع
میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی
کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے
کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں ،
ويعمل بالضعيف ايضا في الاحكام اذا كان
فيه احتياط -

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس
میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

الاصل ان الوصل بين الاذان والاقامة يكره
في كل الصلوة لما روى الترمذی عن جابر
رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم قال لبلال اذا اذنت
فتوسل واذا اقامت فاحدروا جعل بين
اذنك واقامتك قدرا ما يفرغ الاكل من
اكله في غير المغرب والشارب من شربه

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کئے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً
سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان
بٹھہر ٹھہر کر کہہ کر اذان بکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ
رکھ کہ کھانیاں لاکھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور
خورد والا قضاے حاجت سے فارغ ہو جائے ، یہ حدیث

علمہ فی شرح الخطبة حيث اسند الامام المصنف حديث من سئل عن علم فكله الحديث ۱۲ من

علمہ فی فصل سنن الصلاة ۱۲ من

علمہ قوله في غير المغرب هكذا هو في نسختي الغنية وليس عند الترمذی بل هو مدرج فيه نعم هوتا ويل من
العلماء كما قال في الغنية بعد ما نقلنا قالوا قوله قدرا ما يفرغ الاكل من اكله في غير المغرب من شربه في المغرب ۱۲

نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ و فائدہ مہمہ فی شرح الخطبة مطبعة دار الفکر بیروت ۲۲/۱

تدریب الراوی شرح تقریب الزاوی النوع الثاني والعشرون المصنوب دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۱

والمعتصرا اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم^۱۔
اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفہیم (بُدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن کچنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلو من الانفسه^۲۔
جو بدھ یا ہفتہ کے روز کچنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید آغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لکھتے ہیں: مسند الفردوس دینی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابي يقول: سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر بن مطر النيسابوري قال قلت يوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فافتصدت يوم الاربعاء فاصابني البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حالي فقال اياك والاستمانة بخديتي فقلت تبت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه
ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی قرآن برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اياك والاستمانة بخديتي (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

عہ امام ترمذی نے فرمایا: ہوا اسناد مجہول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عہ اوخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر

کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ باب الجنائز ۱۲ منہ (م) باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱ غنیۃ المستمل فصل سنن الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۴ - ۳۷۹

۲ الکامل لابن عدی من ابئہ اسمعین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاشیہ شیخوپورہ ۱۴۴۶/۴

۳ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۳۱۸/۳

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہربانی الکر والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا (۴)۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،
قص الاظفار وتغلیسها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البصر، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البصر من ساعته فرای النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامه فشکی الیہ فقال له الم تسمع نهی عنہ، فقال لم یصح عندی، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح بیدہ الشویفة، فذهب ما یمه فتأب عن مخالفة ما سمعہ (۵) (نوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہوتا ہے) یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی، مالکی قدس سرہ العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں،
ورفی بعض الأثار النهی عن قص الاظفار

یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذكر ذلك، فترك، ثم سرائ ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصرها، فلحقه ای اصابہ البصر، فرای النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهی عن ذلك، فقال یا رسول اللہ لو یصح عندی ذلك فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کرواتے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ نئی بات یاد دلائی گئی تو انھوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کرواتا سنت ثابت ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انھوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

يَكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ مَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَدَنِهِ فَنَزَلَ الْبُحْبُوحَ جَمِيعًا ، قَالَ ابْنُ الْحَاجِجِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَجَدَّدَتْ مَعَ اللّٰهِ تَوْبَةً اِنْ لَا اِخَالَفَ مَا سَمِعْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۰

سُورَةُ بَرَاءَةِ ۱۰۰

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحجاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنیوں کا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت) سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائد نفیسہ طیلیدہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کی سی ضعافت تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوتیں، کاش منکران فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادۂ لبست ویکم (حدیث ضعیفہ پر عمل کے لیے ناظر اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیفہ کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استتباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہ ہارز نہ اَصلاً اُس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استتباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً با حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اولاً کلمات علمائے کرام میں با آنکہ طبقہ قطبیت اُس جوش و کثرت سے آئے، اس تفسیر بعیدہ کا کہیں نشان نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابل قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اُس کے خلاف، مثلاً عبارت اذکار وغیرہ خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص تصریح ہے کہ ثبوت استتباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی میس یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استتباب و انکار وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استتباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلام امام ابو طالب کی ہے اس

میں تو بالقصہ اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً علمائے فقہ و حدیث کا علمدرا مد قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جبکہ انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاة التیسع کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقہان صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال دوی الحاکم عنہ علیہ الصلاة والسلام ان
سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیام فان
صح و الا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ
فی فضائل الاعمال

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی
ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول
ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ
روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (د)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجمیز و تکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل
کریں بعد غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شی من طرق علی
حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرة
والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے
طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے
ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب منہیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استجاب مسح گردن کی نسبت مولانا علیؒ کی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادہ ہند ہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان و الاقامت کی نسبت علامہ علیؒ کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال افادہ ہند ہم میں زیور گوش سامعین ہو۔

یہ دلائل تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطاعت نہ ہو تو سنو دو سنو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اظہار تاکہ۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہند ہم و ہند ہم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کمالاً یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ ہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح و صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل مقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی القویۃ ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابۃ کو بھی رد کر دینا ہے؟ ہذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفع کہ جب صحیح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر! ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول یہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارة اخرى اظہر و اجلی (ایک سری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کچھ چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کیسے گئے یا نور شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارہ فضائل کافی دوائی۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوهام)

ثُمَّ اقول تحقیق المقام وتنقيح العلم ومجيد

يكشف الغمام ويصوّف الاوهام ان المسائل

تدور بين العلماء بعبارتين العمل والقبول

اما العمل بحديث، فلا يعنى به الا امثال

ما فيه تعويلا عليه والجرى على مقتضاه

نظر اليه ولا بد من هذا القيد الا ترى ان

لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل

ففعل للمريه في الصحيح لا يكون هذا عملا على

الموضوع، واما القبول فهو وان احتمل معنى

الرواية من دون بيان الضعف، فيكون الحاصل

ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت

عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على

تقدير صحتنا انما يرجع الى معنى العمل كيف

ولا منشاء لايجاب اظهار الضعف في الاحكام

الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ

قلوليسغ في غيرها ايضا لكان ساوفا في

الايجاب فدار الامر في كلتا العبارتين الى

تجوز المشى على مقتضى الضعاف في ما دون

الاحكام فالتضح ما استدللنا به خامسا واكتشف

الظلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين

من اهل العلونزلت اقداما قدامهما فاحملا

العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا

بقبول۔

(تحقیق مقام وازالة اوهام)

ثُمَّ اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے

ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں

اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ بتے کہ اس

مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں

عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث

پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے

ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا

اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ

کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں

اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو

پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل

نہ ہو گا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر

روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہو گا کہ

ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے

فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں

نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل

بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ

احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان

کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے

روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام

میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں

برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر

دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انہوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہما احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول کاش فاضل مدنی محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعات کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؛ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے اگر فاضل مدنی بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول او الاذکار الماثورة کے تکرار سے محفوظ ہو جاتا لیکن فاضل رحمہ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

احدھما العلامة الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوہم بظاہر کلامہ ان محلاً اذاروی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استجابہا والترغیب فیہ اوفی فضائل بعض الصباحابة او الاذکار الماثورة قال ولا حاجة الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توہم للفرق الظاہر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ

اقول لولا ان الفاضل المذکور مخالف المحقق لکان کلامہ معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا وباندراج تحت اصل عام ولواصالہ الاباحة فان المباح یصیر بالنية مستحبا ونحن لا ننکر ان قبول الضعات مشروط بذلک کیف ولولاه لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقا قلوب ائمراد الفاضل هذا المعنی لاصحابہ وسلم من التکرار فی قوله او الاذکار الماثورة لکنہ رحمہ اللہ تعالیٰ بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی هذا المعنی

الصحيح حيث قال العبا حات تصير بالذينة
عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستجاب لاجل
الحديث الضعيف الماحصل ان الجواز معلوم من
خارج والاستجاب ايضا معلوم من القواعد
الشرعية الدالة على استجاب الاحتياط
في امر الدين فلم يثبت شئ من الاحكام بالحديث
الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستجاب فصار
الاحتياط ان يعمل به فاستجاب الاحتياط
معلوم من قواعد الشرع ^{الله} ملخصا فالظاهر
من عدم اسر تضا نه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه
ويؤيده تشبیه بالفرق بين الاعمال وفضائلها
فان اراده فهذه جنود براهين لا قبل لاحد بها
وقد انك بعضها۔

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا چنانچہ کہا کہ مباحات
نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال
ہوگا جس کے استجاب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے
شہد ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے
اور استجاب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے
جو امر دین میں احتیاطاً استجاب پر دال ہیں، پس
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا
بلکہ حدیث استجاب کا شہد پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استجاب کے قواعد شرع سے
معلوم ہوا ہے ^{الله} ملخصا ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف نیت لیا ہے اور اس
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال
اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں
نے یہی مراد لیا ہے تو یہ لائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

اسے یہ بات بھی رو کرتی ہے کہ علماء کی عبارات میں اسے
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں،
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب
ترغیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام
عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں
جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ مترسویں افادہ میں
گزارا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال
اور یہ بات ہر اس شخص پر معنی نہیں جس میں ادنیٰ سا
شعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عہ ویکدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين
فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر
من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال
وسائر فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق
له بالاحكام والعقائد هذا توضيح ماقيل، اقول
بل المراد به بفضائل الاعمال الاعمال الحمى هي
فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء المارة في
الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقارى و
السيوطى وغيرهم كما لا ينهى على من له اولى
مسكة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لے انموزج العلوم للردوانی

على انى اقول اذن يرجع معنى العمل

بعد الاستقصاء التام الى ترجى اجر مخصوص
على عمل مخصوص اى يجوز العمل بشئ مستحب
معلوم الاستحباب مترجيا فيه بعض خصوص
الثواب لورود حديث ضعيف فى الباب فالأنت
نسا لكم عن هذا الرجاء اهو كمثل به حديث صحيح
ان وردا مدونه الا ول باطل فانت صحة
الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد فى الثواب
المخصوص عليه وعلى الشافى هذا القدر من
الرجاء يكفى فيه الحديث الضعيف فإى حاجة
الى ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد ان
يكون مما يجيز الشرع رجاء الثواب عليه و
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل مطلوب او
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان
الوجه مع المحقق الدوافى والله تعالى اعلم -

كثرت اندراج كايا مباح بقصد مندوب كالتواب

ثانیهما بعض من تقدم الدوافى نرى
ان مراد النووي اى بما مر من كلامه فى الاربعين
والا ذكرا انه اذا ثبت حديث صحيح او حسن فى
فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث
الضعيف فى هذا الباب قال المحقق بعد نقله
فى الامنودج لا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي
فضلا عن ان يكون مراده ذلك ، فكم بين جواز
العمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث
فرق ، على انه لو لم يثبت الحديث الصحيح و

علاوة اذین میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد

اب عمل کا معنی عمل مخصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے
یعنی شئ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں
ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی ، ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب
کی وضاحت ہو گیا کہ دلیل محقق دوائی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم -

ان میں سے دوسرے دوائی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے ، محقق دوائی نے انمودج العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد کچھ مخفی نہ رہے کہ اس علم کا
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چڑھایا گیا یہ
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز علم استحباب عمل اور محض نقل حدیث

کے درمیان فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (۱)۔

الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لاسيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع اهـ
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (۱)۔

اقول میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے لہذا امر ایہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست نہ نہ محقق دوائی کا قول "لا سیما مع التنبيه على ضعفه" بحسب انہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں:

اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر کے نیوٹے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوائی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الخ

اقول لا اري احدا ممن ينتهي الى العلم ينتهي في الغباوة الى حد يجعل رواية الضعاف مطلقا حقا مع بيان الضعف فان فيه خرقا لاجماع المسلمين وتاثيرا بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لاسيما مع التنبيه على ضعفه، لاسيما في محله والآن نعود الى تزيف مقالته فنقول **اولاً** هذا الذي ابدى ان سلم و سلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من روى حديثا في الصلاة فقد صلى اوف الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلام الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدوائى بقوله ان هذا لا يرتبط الخ

وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحینئذ یکی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا مع ما تقدم۔

وثالثا اذن یكون حاصل التفرقة ان الاحکام لا یجوز فیہا رواية الضعفات اصلا ولوجود فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اما مادونها كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیہ بخصوصه والا لا لابیان وح ما ذال یصنع بالوف مؤلفه من احادیث مضعفة سويت فی السیر والقصص والمواعظ والترغيب والفضائل والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحکم مع فقد ان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار اليه الدواني بالعلوۃ۔

اقول دع عنك توسع المسانيد التي تسند كل ما جاء عن صحابي، والمعاجيم التي توحي كل ما وحي عن شيخ، بل والجوامع التي تجمع امثلا ما في الباب وردت ان لو يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابي بن عباس بن سهل عن ابيه عن جده

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم صحیحے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے خامسا سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گشتگو کے کافی ہے۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزار باب کا کتب کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیف مروی ہیں جو میر، واقعات، وعظ، ترغیب ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ غامض اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے علوۃ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانيد وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو باب میں وارد شدہ احادیث میں علی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً پیش کے عظیم پہاڑ امام بخاری صحیح میں کہتے ہیں میں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی میں ابن عباس بن سهل نے اپنے باپ سے اپنے دادا حدیث بیان کی فرمایا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے بارغ
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لکھت تھا اھ
امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس
بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز،
ابن ابی فدیہ، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے
روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا
قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس
کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم
حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في
حائطنا فرس يقال له الخيف اه في تذهيب
التهذيب للذهبي ابى بن عباس بن سهل بن
سعد الساعدي المدني عن ابيه وابي بكر بن
حزم وعنه معن القزاز وابن ابى فديك وزيد
بن الحباب وجماعة قال الدولابي ليس
بالقوى قلت وضعفه ابن معين وقال احمد
منكر الحديث اه وكقول الدولابي قال النسائي
كما في الميزان ولم ينقل في الكتابين توثيقه عن
احد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لاجرم
ان قاله للحافظ فيه ضعف قال ماله في البخاري
غير حديث واحد اه قلت فانما الظن بابي
عبد الله انه انما تساهل لان الحسد يمشي

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہین ہے اور وہ
اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے
ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے
روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے
بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے (ت)

عنه قلت واما اخوه المهين فاضعف واضعف
ضعفه النسائي والدارقطني وقال البخاري منكر
الحديث اي فلا تحل الرواية عنه كما مر لاجرم ان
قال الذهبي في اخيه ابى انه واه ۱۲ من رضى الله تعالى
عنه۔ (م)

صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار
لفظ "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔
۳۰۰/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۹۲/۱ مکتبہ اثیریہ سنگھ پل
۴۸/۱ من اسمہ ابی « دار المعرفۃ بیروت
نوٹ: تہذیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔
شہ تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی
مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
ص ۱۷

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔
 نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا قول قد شاع وذاع ابیراد
 الضعاف فی المتابعات والشواہد فالقول بمنعہ
 فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح
 وح یرتفع الفرق وینہدم اساس المسئلة المجموع
 علیہا بین علماء المغرب والشرق، لا اقول
 عن هذا اذالك بل عن هذین الجبلین
 الشاخصین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا
 عن شرطہما فی غیر الاصول قال الامام النووی
 فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عابون
 مسلما رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ
 عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین
 فی الطبقة الثانية الذین یسوا من شرط الصحیح
 ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجہ ذکرہا
 الشیخ الامام ابو عمر وبن الصلاح (الایات)
 قال، الشافی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات
 والشواہد لا فی الاصول وذلك بان یدکر الحدیث
 او لا باسناد نظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلا
 ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیہا بعض
 الضعفاء علی وجہ التکید بالمتابعة او لزیادة
 فیہ تبہہ علی فائدة فیما قدمہ وقد اعتذر
 المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والاستشہاد
 فی اخراجه من جماعة یسوم من شرط

رابعا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں
 احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے
 لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں
 حدیث ضعیف کے مطلقا روایت کرنے کو منع کرنا صریحا
 باطل ہے، اور اس صورت میں فرق ترفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی
 اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی
 ہے یہ میں اس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات
 نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پستار
 بخاری و مسلم کی صحیحین کو وہ اصول حکماء میں اپنے شرائط
 سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے
 مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں
 نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب
 میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت
 لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی
 شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن
 نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے
 جنہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ
 کہا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں
 ہے جنہیں بطور متابع اور شہد ذکر کیا گیا ہے اصول
 میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک
 ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام
 راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر
العمرى والنعمان بن راشد (الخرج مسلم عنهم
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى) وقال
الامام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
القارى شرح صحيح البخارى يدخل في المتابعة
والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح
جماعة منهم ذكروا في المتابعات والشواهد

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں
جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ
تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود
ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا
ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد
روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں
یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحق بن
یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد،
امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدة القاری
شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیفوں کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت
محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (ت)

وخامسا اقول ما لي اخص الكلام
بغير الاصول هذه قناطير مقلطة من السقام
مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء
فمن جاء بها وكمر منهم التزموا بيان ما هناء
اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقررة
بالبيان اللهم الا نادرا لداع خاص، وقد اكثروا
قديما وحديثا من الرواية عن الضعفاء و
المجاهيل ولم يعد ذلك قد حاق بهم ولا ارتكاب
ما ثم وهذا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي
الحافظ شيخ البخاري ومن رجال صحيحه
قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات
صرف غیر اصول و شواہد متابعت سے مختص کرنے کی مجھے کیا
ضرورت جبکہ کمزور (غیر صحیح) روایات کا یہ ایک ذخیرہ ہے جو
اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون
ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام
کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ
بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے
کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفا و خلفا یہ
معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان
کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا
دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی جو حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاد
ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اہ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں تب انہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسندیں اور کوئی اکاؤنٹ کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس پر نہیں وزن ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجنا نام نہاد حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا۔
میرے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی سنی ملے جو اسے

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين اھ
ولوسرودت اسماء الثقات الرواة عن
المجروحين بكثرو طال فليس منهم من
التزم ان لا يحدث الا عن ثقة عنده
الا نزل قليل كشعبة ومالك واحمد في
المسند ومن شاء الله تعالى واحدا
بعد واحد ثم هذا ان كان ففى
شيونهم خاصتنا لا من فوقهم و
الاسما اق من طريقهم ضعيف اصلا
ولكان محجود وقوعهم فى السند دليل
الصحة عندهم اذا صح السند اليهم
ولم يثبت هذا الا عند هذه الامام
الهمام يقول لا ينسب عبد الله
لوارثات ان اقصر على ما صح
عند الامام ومن هذا
المسند الا الشئ بعد الشئ
ولكنك يا بنى تعرف طريقى فى
الحديث اف لا خالف ما يضعف
الا اذا كان فى الباب شئ يدفعه
ذكره فى فتح المغيثة واما المصنفون

عہ او اخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

فاذا عدوت امثال الكتب الثلاثة للبخاري
ومسلم والترمذي ممن التزم الصحة
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم
والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في
كل باب على كل نوع من انواع الحديث
من دون بيان، وهذا مما لا ينكره
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم
لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى افتحام
مالا يبيحون وان ترغم تراغم انهم
لا يفعلون ذلك فهم بصنيعهم على خلفه
شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث
كما الين لداود عليه الصلاة والسلام
المحديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرفها الله
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده و
ماله اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها امرح
من بعض امرح والصحيح ما افاده الامام الحافظ
ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج
اولا لاعتبار فما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن
فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي فيه
وهن شديد وهذا الذي يشهد به

رد كرس یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی
تصنیفات تو اگر آپ امثال اکتب بخاری و مسلم اور ترمذی
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت بیان کا التزام کر رکھا
تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزاء
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے
پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور
اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم
آتا ہے کہ ایسا عمل کہتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور
اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داود
کو ہی صحیح ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان گزری گئی جس طرح
حضرت داود علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا
اس کے شرفنا اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب
رسنن ابی داود میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں
کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث
دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اور صحیح وہ ہے جس کا
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داود کے کلام میں لفظ صالح
استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت
پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ صالح ہے اور جو
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

ان واقعہ فعلیک بہ وان قیل وقیل وقد نقل عن اعلام
سیوالنبلاء للذہبی ان ما ضعف اسنادہ لنقص

عنه ای قیل حسن عنده واختاره الامام المنذری
وبہ جزم ابن الصلاح فی مقدمته وتبعه الامام
النووی فی التقریب ای وقد لا یكون حسناً عند غیرہ
كما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عنده ومشی علیہ
الامام الزیلعی فی نصب الراية عند ذکر حدیث القلتین
وتبعه العلامة حلبی فی الغنیة فی فصل فی
النوافل وكذلك یقال ههنا انه قد لا یصح عند
غیره بل ولا یحسن اما الامام ابن الصمام فی الفتح
اول کتاب وتلیذہ فی الحلیة قیل صفة الصلاة
فاقتصر علی الحلیة وهی تشبه فی نصب
قول من قال حسن وهذا الذی ذکره الحافظ متبعه
فیه العلامة القسطلانی فی مقدمة الارشاد و
خاتم الحفاظ فی التدریب فی فروع فی الحسن قال
لکن ذکر ابن کثیر انه روی عنه ما سکت عنه فربما حسن
فان صح ذلك فلا اشکال اھ اقول لقائل ان یقول
ان الحسن اطلاق وان القدماء قل ما ذکر وہ و
انما الترمذی هو الذی شہرہ وامرہ فاید مر بنا
انه ان صح عنه ذلك لم یرد به الا هذا لا الذی
استقر علیہ الاصطلاح فافهم والله تعالیٰ

اعلم ۱۲ منہ (ھ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف
شدید ہے نفس الامر اس پر شاہد ہے اور نتیجہ پر یہی لازم ہے
اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے۔

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے
امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی
یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الراية میں قلتین والی
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے
غنیۃ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر
کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدر را بدائے کتاب میں ادا ان کے شاگرد نے
حلیۃ الحلی میں صفة الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح
ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقہ
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے
اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے محکمہ جس پر انہوں نے
سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس
کا اجراء کیا، پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے
اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (دست)

حفظ راویہ فمثل هذا یکت عنه ابو داود وغالباً الخ
و معلوم ان کتاب ابی داود انما موضوعه الاحکام
وقد قال فی رسالته انما لم اصنف کتاب السنن
الا فی الاحکام ولہم اصنف فی الزہد و فضائل
الاعمال وغیرہ الخ وقال الشمس محمد بن السخاوی
فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحہ
للمترمذی قول السلفی علی ما لہ یقع التصریح
فیہ من مخرجہا وغیرہ بالضعف فیقتضی کما
قال الشارح فی الکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة
مسکوتاً عنہ ولم یصرح بضعفه ان ینکون صحیحاً و
لیس هذا الاطلاق صحیحاً بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیہا
الترمذی و ابو داود ولم نجد لغيرہم فیہا کلاماً و
مع ذلك فہی ضعیفة و قال فی السیرۃ الحق
ان فیہ "اف فی مسند الامام الحمد رضی اللہ
تعالی عنہ" احادیث کثیرة ضعیفة و بعضها
اشد فی الضعف من بعض الخ و نقل بعیدہ
عن شیخ الاسلام الحافظ انہ قال
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی
ما فی الصحیحین باکثر ضعف من
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داود
سیر اعلام النبلاء ترجمہ علی ابو داود بن اشعث

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو
ایسی حدیث کے بارے میں ابو داود سکوت اختیار کرتے ہیں
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابو داود و شریف کا موضوع احکام ہیں
کیونکہ انہوں نے اپنے رسائل میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب
احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے
نہیں الخ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے
کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی
حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ
کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی پس اس کا
تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی
تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ
کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا
ابو داود نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے
مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں
اور مرقات میں فرمایا: حتی یہ ہے کہ اس معنی مسند احمد رضی اللہ
تعالی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں
اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ
اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ
اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جزاء احادیث
مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۱۲)

سہ رسائل سنن ابی داود الفصل الثانی فی الامور التي تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۵/۱
سہ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسم دارالامام الطبری بیروت ۱۰۰/۱ و ۱۰۱
سہ مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری و سلم الذی التزامہ الخ مطبوعہ مکتبہ امداد ملتان ۲۳/۱

والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد
لین اسرار الاحتجاج بحديث من السنن
لا سيما سنن ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبہ
وعبد الرزاق مع الامروفيہ اشدا و بحديث
من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها
الصحة والحسن وتلك السبيل ان المحتج
ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان
يحتج بشئ من القسمين حتى يحيط به وان
لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح
او تحسين قلده والا فلا يقدم على
الاحتجاج فيكون كحاطب ليل قلعه يحتج
بالباطل وهو لا يشعر الله وقال الامام
عثمان الشرنوبی فی علوم
الحديث حکى ابو عبد الله بن مندة
الحافظ انه سمع محمد بن سعد
الباوردی بمصر يقول كانت من
مذهب ابی عبد الرحمن النسائی
ان يخرج عن كل من لم يجمع
على تركه وقال ابن مندة وكذلك
ابوداؤد السجستاني ياخذ ما خذه
ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم
يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده
من رأي الرجال اه وفيها بعيد ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے
تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو ٹکڑیاں
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور
امام عثمان شرنوبی نے علوم الحديث میں فرمایا: ابو عبد الله
بن مندة حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائی کا
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور ابن مندة نے کہا،
اسی طرح ابوداؤد سجستانی اس کے مانعہ کو لیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
علاوہ کوئی دوسری شہ مروجہ ہو کہ ان کے نزدیک لوگوں کی

كثيرة نرائدة على أصله وفيها الصحيح
والحسن بل والضعيف أيضا فينبغي التحرز
في الحكم عليها أيضا أم نصوص العلماء في
هذا الباب كثيرة جدا وما أوردنا كاف في
إبانة ما قصدنا وبالجملة فروايتهم الضعاف
من دون بيان في كل باب وان لم
يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر
وانما اظننا ههنا لما شئنا خلافة من
كلمات بعض المجلة، والحمد لله
على كشف الغمة وتبئيت القدم
في الزلة فاستبان ان لو كان المراد
ما نزع من هذا الذي نقلنا قوله لكانت
التفرقة بين الاحكام والضعاف
قد انعدمت والمسألة الاجماعية
من اساسها قد انهدمت
هذا وجهه ولك ان تسلك مسلك
ارضاء العنان وتقول على وجه التشقق
ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل
يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد
مر ووالضعيف ساكتين في الاحكام ايضا
عند وجود الصحيح فاي الفرق
وان لم يوجد فالامر اشد فان
التجأ ملتج الى انهم يعدون سوق الامانيد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر
حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہئے اور
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور
جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے
کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشانہ
کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اسے رد
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے
کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
کے لیے ہی حمد ہے جس نے تائید کی دُر کر دی اور پھسلنے کے
مقام پر ثابت قدم رکھی پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر
ان کی مراد وہی جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف
کے درمیان تفریق ختم ہوگی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم
ہو گئی ایک تو یہ قریب ہے اور ایک سری آسان راہ اختیار کرتے
ہوئے علی وجہ التشق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے
بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مرقی ہوئی کھجا جائیں گے اس میں کوئی
صحیح حدیث پائی جاتی ہے لیکن اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آئے کہ
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے
ہوئے سکتا روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

من البيان اى فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام المأقرونة؛
قراردیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کجاستد ہوگی تو اس کے جواب میں :

قلت اولاً هذا شئ قديم بديه بعض العلماء
عذر امين روى الموضوعات ساكتاً عليها
ثم هم لا يقبلون - قال الذهبي في الميزان
كلام ابن مندة في ابى نعيم فطيم لا احب
حكايته ولا قبل قول كل منهما في الآخر
بل هما عندي مقبولان لا اعلم لهما ذنب
اكبر من مروايتهما الموضوعات ساكتين عنها
اه وقد قال العرفاء في شرح
الفيتنه ان من ابرئ اسناده
منهم فهو ايسر لعذره اذ حال
ناظر على الكشف عن سنده
وانكاف لا يجوز لسا السكوت
عليه اه

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوتاً روایت کیلئے اور انکی نشان دہی نہیں کی اس عرقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لئے اس پر سکوت جائز تھا

ثانیاً، ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تسابیل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

عہ فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)
عہ نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات
۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت
تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

سہ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۳ احمد بن عبد اللہ ابونعیم الخ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱/ ۱۱۱
تدریب الراوی شرح التقریب المعروف بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۶

حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارث اقدس کیف و قد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زیور گوشت سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقول تاہم از انجا کہ درود ضعیف وہ بھی لذت بلکہ بلا حفظ امکان صحت ترجیحی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت قواعد فی مدخلت سے صاف ہی ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استواء کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کراہت اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور ضالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعافت میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادا کئے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مافی جائے گی ورنہ ضعافت کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بخدا اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثنا قول اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دمار و فروج و مضار و خباثت تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا علت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق دوائی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سنخاوی نے

هذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ السابقۃ
عن المحقق الدوائی، وهذا هو المعنی
ما نص علیہ الا ما ما بن دقیق العید و
سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام و تبعہما
شیخ الاسلام الحافظ ونقلہ تلمیذہ السنخاوی

فی فتح المغیث وفي قول البديع والسيوطي في
التدرييب والشمس محمد الرملي في شرح
المنهاج النووي، ستهتم من الشافعية، ثم
اشره عن الرملي العلامة الشرنبلالي في غنية
ذوي الاحكام والمحقق المدقق العلافي في
الدر المختار واقره هما ومحشو الدر الحلبی
والطحطاوی والشامی فیہا وفي منحة الخالق
خمسهم من الحنفية، من اشتراط العمل
بالضعيف باندراجہ تحت اصل عام، وهو اذا
حققت ليس بتقيد فرائد بل تصريح بضمون
ما نصوا عليه ان العمل به فيما وراء العقائد
والاحكام، كما اوضحناه لك وبه ازداد انزهاقا
بعد انزهاق ما ظن الظانان من ان
الكلام في الاعمال الشابتة بالصحاح، كيف
ولو كان كذلك لما احييت الى هذا الاشتراط
كما لا يخفى والله الهادي الى سوى الصراط۔
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدربیب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں
اسے نقل کیا ہے یہ چھ شواہع میں سے ہیں، پھر
رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلافی نے در مختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے محشین حلبی،
طحاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منہج الخالق
میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد
والاحکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما
کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز
تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائز، محض مغالطہ
فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صدمہ جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کما حقہ نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفہم
میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی
اہمیت قائم رکھنا بدرجہ اولیٰ و لکن الوہابیۃ لا یسمعون و اذا سمعوا لا یعقلون رب انی اسألك العفو و

العاقبة آمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اسے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین - ت)

اقادۃ بست و سوم (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)
اقول اولاً جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر والیفۃ عراقی و شرح ألفیۃ المصنف میں تمنا غیر الموضوع (موضوع کے علاوہ ہو - ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ما سوی الموضوع (موضوع کے سوا ہو - ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع (موضوع نہ ہو - ت) علیہ میں الذی لیس بموضوع (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو - ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ ما لم یکن موضوعاً (وہ جو کہ موضوع نہ ہو - ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یہ وہ نہا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں - ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح مواہب میں ہے عادیۃ المحدثین التساہل فی غیر الاحکام والعقائد ما لیس یکن موضوعاً (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں قہر کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ علی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

علہ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں
 تحت حدیث مناغاة القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م) اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھینچنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر سے دیکھو - (ت)
 علہ نقل ہذا وما سیاقی عن عیون الاثر بعض عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی
 الاثریین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) ان کو بدست معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۳/۱
 ۲۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرقۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹
 ۳۔ مقدمہ سید شریف
 ۴۔ علیۃ المجلی شرح علیۃ المصنف
 ۵۔ الاذکار المنقخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۷
 ۶۔ کتاب العلم لابن عبد البر
 ۷۔ شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المتصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۴۲/۱

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم و الضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع و المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیره من الائمة اذا روينا فی الحلال و الحرام شددنا و اذا روينا فی الفضائل ونحوها تساهلنا۔

واضح رہے کہ اصحاب سیر بر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحجت سوئے حفظ بعض روایہ یا اختلاف یا تدلیس بود با وجود صدق و دیانت منجر میگردد بتعد و طرق و اگر از جهت اتهام کذب راوی باشد یا شذوذ بخلافت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچه تعد و طرق داشته باشد منجر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول الخ

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعد و طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتهام کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ و اضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعد و طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اس کے بعد صریح کذاب و شاع ہی کا درجہ، ابنِ شہان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابنِ حبان و الجوزجانی و قال البخاری ترکہ یحییٰ و ابن مہدی و قال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم عافط نے تقریب میں فرمایا متهم بالكذب و رہی بالرفض (اس پر کذب کا اتهام ہے اور اسے روافض کی

۱۔ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳/۱
 ۲۔ شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳
 ۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر کلبی مطبوعہ دار نشر مکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۹۸

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ت) بالانہم عامۃ کتب سیر و تفا سیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انھیں بلا تکلیف نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبة وجماعة ورضوه فی التفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر^۱ ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں،

غالب مایروی عن الکلبی انساب و اخبار من احوال الناس وایام العرب و سیرہم و ما یجری مجری ذلک مما سمع کثیر من الناس فی حملہ عن لایحمل عنہ الاحکام و من حکى عنه الترخیص فی ذلک الامام احمد^۲ کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنین و چنان کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروک مع سعة علمہ (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر (بسیا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بالانہم یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة جہاں انہوں نے باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعة (باقی برصغہ آئندہ)

۱ میزان الاعتدال نمبر ۵۷۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲
۲ عیون الاثر ذکر الاجوبہ عمار می بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۳/۱
۳ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گھر الزوال ص ۳۱۲-۳۱۳
۴ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نور بدین کھر ۶۹/۱

بھی انہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات پر سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالاً یخفی علی من طالع کتب القوم (بسیا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے،
 کان الی حفظہ المنتہی فی الاخبار و السیر و یہ اخبار و احوال، علم سیر و مغازی، حوادث زمانہ
 المغازی و الحوادث و ایام الناس و الفقہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر
 وغیر ذلک۔ اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل
 کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعثت مذکورہ درج موضوعات کیا اس
 پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے
 باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں اور یہ بھی افادہ
 ہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی
 کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ وہ امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا تو وہی متروک کو اتنا شدید الضعیف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقاً للماء الی البساتین و هذا تقوم به الحجۃ
 عندنا و اذ وثقنا الواقدی، اما عند المخالف
 فلا لتضعیفہ ایاہ اھ و قال فی فصل فی الآثار
 قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی
 اول کتابہ المغازی و السیر من ضعیفہ و
 من وثقہ و رجحہ توثیقہ و ذکر الاجوبۃ
 عما قیل فیہ اھ ۱۲ منہ (م)
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)
 کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جانا تھا ہمارے نزدیک
 حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی
 توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں
 کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور
 ”فصل فی الآثار“ میں کہا کہ امام۔ کہ بارے میں ہماری
 شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی و السیر
 میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گورائی ہے واللہ المجتہد السامع۔

خامساً اور نینے وضو کے بعد اِنَّا اتزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعافت پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل شيخنا حافظ عصره قاضي القضاة شهاب الدين المعروف ابن حجر رحمه الله تعالى عن ان روايات كذا بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث "اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع سطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علما حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (ت۔)

سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے چہرہ اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا کہ یہی نے دلائل النبوة، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلیہ شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا : احادیث باطلہ تدلہ علی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت)، باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا : ہذا حدیث غریب الاسناد

حلیہ المحلی شرح نیت المصلی

میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۴ احمد بن ابراہیم حلیہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۸

والمتمن دھونی المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابيض صديق وصديق صديق وعد وعد والله وكان رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹہ معہ فی البیت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابو بکر برقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد قیسا کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تأسیباً جبکہ حدیث میں ایسا وارو ہوا تو ہمیں باقدائے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجے بکثرت لیجے و هذا الاخیر قد بلغ الغایة و فیما ذکرنا کفایة لاهل الدرایة (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث و دلائل ذکرہ انہ ذات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمال صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعته مراراً یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد ہیں حافظ ہے نقل مختلف آئی، شامی نے فرمایا مطلقاً ہی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا

عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (د) (شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)
لحہ المواہب الدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد المتین، المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۱
لحہ کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابيض دار الفکر بیروت ۴/۳
لحہ تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲
لحہ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

شديد الضعف هو الذي لا يخلو طريق من طريقه
عن كذاب او متهم بالكذب^۱
یہاں صرف انہیں دو کو شدت ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا :
ان يكون الضعف غير شديد فيخرج من الفرد
من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش
غلطه^۲
وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب
اور متهم بالکذب میں منفسد ہو یا جو فحش الغلط
ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا فیسم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا :
ان يكون الضعف غير شديد كحديث من الفرد من
الكذابين والمتهمين ومن فحش غلطه^۳
یہ میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور
متهمین سے ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

عنت وهكذا عزابعض العصريين وهو المولوى
عبد الحق النكوى في ظفر الاماني الى التدریب و
القول البديع حيث قال الشرط العمل بالحديث
الضعيف ثلث شروط على ما ذكره السيوطي في شرح
تقريب النووي والسخاوي في القول البديع في
الصلاة على الجيب الشفيع وغيرهما الاول عدم
شدة ضعفه بحيث لا يخلو طريق من طريقه من
كذاب او متهم بالكذب الخ اقول لكن ستمعك
نصي التدریب والقول البديع فيظهر لك ان
وقم ههنا في النقل عنهما تقصير شنيع
فليست به ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (هـ)

معاصرین میں سے مولوی عبدالحی لکھنوی نے ظفر الامانی میں
"التدریب" اور "القول البديع" کی طرف ایسے ہی
مقرب کیا انہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل
کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووي"
اور سخاوی نے "القول البديع في الصلاة على الجيب
الشفيع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر
کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طرز اس کے
تمام طرق کذاب اور متهم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ
اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی
عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا
کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد
ہوئی ہے وغور کرنا چاہئے۔ ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

۱/ ۹۵ لہ رد المحتار مستجابات الوضوء مطبوعہ مصطفیٰ البابانی مصر
۱/ ۲۹۸ لہ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۱/ ۴۳ لہ فیسم الریاض شرح الشفاء مکتبہ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت

یہاں کاف نے زیادتِ توسیع کا پتہ دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذا بین و متہین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جنہور و علماء و خود امام اثنان سے بعید اور ثالث بظاہرہ البعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بجز اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مہربن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے ظن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید و الحمد للہ العلی المجید "هذا" (اسے یاد رکھو۔ ت) و رأیتنی کتبت ہہنا علی ہامش فتح المغیث، کلاماً متعلق بالمقام اجبت ایرادہ اتصافاً للمرام، فذکرت اولاً ما عن الشامی عن الطحاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلما، ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے،

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ

نوروی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی تحریر شدہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرتِ طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

اقول و ہذا کما تری مخالف لاطلاق

ما مر عن النوروی عن العلما، قاطبة، ولتحدید ما مر عن الطحاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن ینظر فی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ہہنا ذکر التفرد و فیما سبق قال "لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والہمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرد، اما اذا کثرت طرقہ فہی یبلغہ درجۃ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب والہمة فانه وان کثر طرقہ التي لا تفوقہ بان لا یخلو

شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوی فیما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقاً ولو بغير كذب في باب الفضائل موقوفاً على كثرة الطرق، لكنه يخالفه في خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق في الضعف بالكذب ايضاً كما تقدم، وهو كما ترى مخالفت لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعاً لنقل الامام النووي عنهم كافة، فانهم لم يشروطوا للقبول في الفضائل في شديد الضعف كثرة الطرق ولا غيرها سوى ان لا يكون موضوعاً، فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلاً وان تفرد وله يكثر طرقه، فافهم، وتأمل: فان المقام مقام خفاء وزلل، والله المستول لكشف الحجاب، وابانة الصواب اليس المرجع واليه المآب اه، ما اردت نقله مما علقته على الها مش.

آجائیگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تمہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا و یاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آرے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحت خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علمائے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پر دوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (نت)

اگر اعتراض کے طور پر قریہ کے کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قيد ترايد افاده

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق) کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد کے شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

امام فلیحمل اطلاقاً قاتلہم علیہ دفعاً
للتخالف بین النقلین قلت نعم
لوکانت ما ذکرنا من الدلیل علیہ
لا یلائم سر بیان التخصیص الیہ ، و کیف
نصہ بہا نشاء ہم یفعلون یرون شدة
الضعف ثم یقبلون ، وبالجملة فالاطلاق هو
الادق بالدلیل والاصق بقواعد الشرع الجلیل
فتودان یکون علیہ التعلیل والعلم بالحق
عند الملک الجلیل۔

شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

قائدہ جلیہ (ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور
ان کی کوپڑا کوٹنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع تن، حدیث حسن کے
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ
یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے
خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب
اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو،
یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن
کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے
فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

فائدة جلیة (فائدة جلیة
فی احکام انواع الضعیف والجبارضعفها) هذا
الذی اشرت الیه من کلام السخاوی المار المتقدم
هو قوله مع متنه فی بیان الحسن ، ان
یکن ضعف الحدیث لکذب او شذوذ بان
خالف من هو احفظ او اکثر او قوی الضعف بغيرها
فلم یجب ولو کثرت طرقه لکن بکثرة طرقه یرتقی
عن مرتبة المردود المنکری الى مرتبة الضعیف
الذی یجوز العمل به فی الفضائل و ربما
تکون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطریق
التي فیها ضعف یسیر بحدیث لو فرض مجئ
ذلك الحدیث باسناد فیہ ضعف یسیر کان مرقباً
بها الى مرتبة الحسن لغيره مخلصاً۔

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، ملخصاً - (ت)

ورائتني عقلت عليه ههنا ما نصه
اقول حاصل ما تقررو وتحرر ههنا مع
نزيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح
لشيء أصلاً ولا يلتزم جرحه أبداً ولو كثرت
طرقه ما كثرت، فان زيادة الشر لا يزيد
الشيء الا شراً، وايضا الموضوع كالمعدوم و
المعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمع
منهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذاين
وعند آخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتي من
طريق المتهمين، وسوّهها السخاوي
بشديد الضعف الا في لذهابها في ان الموضوع
لا يثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به
كذاب او وضاع كما نص عليه في هذا الكتاب،
وهو عندى مذهب قوى اقرب الى الصواب،
اما الضعف بغير انكذب والتهمة من ضعف
مشديد مخرج له عن خيز الا اعتبار كفضح
غلط الراوى فهذا يعمل به في الفضائل على
ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو الا قد
بقضية الدليل والقواعد، لا عند شيخ
الاسلام على احدى الروايات عنه ومن
تبعه كالسخاوي الا اذا كثرت طرقه الساوقة
عن درجة الاعتبار فح يكون مجموعها
كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری زائد ابجث
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا
کیونکہ شرکی زیادتی سے شرمزید بڑھتا ہے، نیز موضوع
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام
بھی ہیں، نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
”خاتم الحفاظ“ بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“
وہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شديد الضعف“
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا
وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
موقف قوی اور اقرب الى الصواب ہے، مگر کذب اور
تمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی
کی انتہائی غش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرف ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تا وقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ حسن لغیرہ کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری اُل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغیره الا اذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين ماضدين فتح ترتقى الى الحسن لغیر فتصير حجة في الاحكام، اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعنى العراقي او بشرط تعدد الجارات الصالحات الباقية مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة في الصوالح على ما فهمد سخاوى من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ الاسلام في النزاهة والنخبة الكفيتين

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوہر حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلف جو امتیاز نہیں کرتا، مستور استاد مثل اور اسی طرح مدرس جبکہ محدث من کو نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لہذا یہ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوہر حفظ اور مختلف جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں کسی ایک کو موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ حیث قال متى تولى المثل الحفظ بمعتبر كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط الذى لا يتميز والمستور والاشاد المرسل كذا المدلس لم يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنا لانه بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لانه كل واحد منهم را ممن ذكر من السلي الحفظ والمختلط الخ با احتمال كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء فاذا جاءت من معتبرين رواية موافقة لاحدهم مرجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تعزیر کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں تحت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام بخاری نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

بوحدة الجابر مع جواز انتكون الكثرة في كلام النووي بمعنى مطلق التعدد، وهو لا وفق بما رأينا من ضيعهم في غير مقام والضعيف بالضعف ليسوا عني ما لم ينزله عن محل الاعتبار يعمل به في الفضائل وحده، وان لم ينجب فان انجب ولو بواحد صابر حسنا لغيره، واحتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك في الجابر، فهذه هي انواع الضعيف، اما الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور في ضبط الراوي غير بالغ الى درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

www.KitaboSunnat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اور واللہ اعلم، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روا پر اکتفا کیے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار و الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں قابل اجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہتہ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم اه وانظر كيف اجتزى في المتن بتوحيد معتبر وفي الشرح بافراد رواية وحكم بالامتناء الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا لا اعتبار بالردود مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع ويظهر ان الوجه معهما عني العراقي و شيخ الاسلام لما بين في النزهة من الدليل لهما منقول مما علقته على فتح المغیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

الاحکام ، و هذا اذا كان معه مثله ولو واحد
 صابر صحيح الغيرة او دونه مما يليه فلا الا
 بكثرة انتهى ما كتبت بتلخيص -
 جو انہوں نے "الزہد" اور "النجاة" میں کیا ہے

دو نوں کتابوں میں ایک جابر (مکذوری کو زائل کرنے والا
 امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ
 سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق
 جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط
 نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے
 تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے مکذوری کو زائل کرنے والے
 امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی مکذوری کے
 اور کوئی مکذوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ مکذوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ
 "حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے
 تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی
 تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح و لپ رشتہ کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و
 باللہ التوفیق ولہ الحمد، الحمد للہ القادر القوی علوہ ما علوہ وصلی اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف و
 آلہ وسلو، قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفو کے
 مقدار تھا اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبذیر میں
 بارگاہ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مجد اللہ تعالیٰ نے نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں
 تک آٹھ افادات نافذہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی
 ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ
 خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور لمحاظ تاریخ التہاد الکاف فی حکم الضعاف (ضعیف
 حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنة علی ما نرق من نعم تحقیق
 ما کنا لعشر معشر ہا نلیق والصلوة والسلام علی الحبیب الکریم وآلہ وصحبہ ہدایہ

عہ منقوس علی باللام سے بھی حذف یا فیصح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التلاق یوم التناد البکیر المتعال الی غیر ذلک
 امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (۴)